یہودیوں سے جنگ میں شکست کیوں؟

خرم مرادؒ

چند روز پیش تر شرق اوسط میں جو عبرت ناک واقعات پیش آئے ہیں اور اُس کے نتیجے میں مسلمان جس ذلت اور رسوائی کا شکار ہوئے ہیں اُس کی مثال ہماری چودہ سوسالہ تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔☆

ذلت کا عذاب

اس جنگ کے دوران ہماری یہ رسوائی بھی ہوئی کہ چودہ عرب ریاستیں اپنے تمام وسائل و ذرائع کے ساتھ ایک حقیر سی ریاست سے شکست کھا گئیں' جب کہ ان کی پشت پر تمام مسلمان ممالک کی ہمدردیاں بھی تھیں۔ پھر ہم نے یہ ذلت بھی اٹھائی کہ جو جنگ اس بلند بانگ دعوے سے شروع ہوئی تھی کہ: ''عالم اسلام کے سینہ کا خنجر چار دن میں نکال کر سمندر میں پھینک دیا جائے گا''۔ وہ اس شرمناک انجام پر ختم ہوئی کہ یہ خنجر دو دن میں سینے سے اُوپر ہماری شہ رگ تک پہنچ گیا۔ خلیج عقبہ اور نہر سویز دونوں دشمن کی دست برد سے نہ بچ سکیں۔

سب سے بڑھ کر شرمناک بات یہ ہے کہ جس مقدس شہر (بیت المقدس) کی حفاظت ہمارے سپرد ہوئی تھی اس کو ہم نے نہ صرف یہ کہ ضائع کر دیا' بلکہ اس قوم نے ہم سے اسے چھینا جس کو ڈھائی ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے ذلیل و خوار کر کے وہاں سے نکال دیا تھا۔ ان سب پر مستزاد ہمارے نوجوانوں کا وہ گرم گرم خون اور ہمارے ترکش کے وہ تیر ہیں' جو بغیر کسی مقابلے کے دشمنوں کے قدموں پر ڈھیر ہو گئے۔

آج ہر مسلمان اپنی اس ذلت پر سوگوار ہے۔ وہ بے چین ہو ہو کر پوچھ رہا ہے: ''آخر یہ سب کیسے ہو گیا؟''

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اب بھی جاگ جائیں اور اس سوال کا جواب پا کر اپنے حالات درست کر لیں تو یہ تازیانۂ عبرت ہمارے لیے سامانِ رحمت بن سکتا ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ اس دنیا میں ایک حکیم اور مدبر ہستی کا راج ہے۔ یہ کوئی اندھیر نگری اور چوپٹ راج نہیں ہے کہ بلا سبب اور بلا قانون اتنے بڑے بڑے واقعات رونما ہو جائیں۔ جہاں ایک پتہ بھی خدا کی مرضی کے بغیر نہ ہل سکتا ہو وہاں اتنا بڑا زلزلہ اچانک کہیں خلا سے

یوں ہی نمودار نہیں ہوگیا' بلکہ ہم نے خدا کے قانون کے تحت وہی فصل کاٹی ہے جس کے بیج ہم عرصے سے بو رہے تھے۔

اگر ہم نے اب بھی آنکھیں نہ کھولیں اور شکست کے اسباب اپنے اندر ڈھونڈنے کے بجائے اس کی ذمہ داری مغربی استعماری طاقتوں کی دخل اندازی' دشمن کی مکاری' نام نہاد دوستوں کی بے وفائی اور ٹکنالوجی میں اپنی کم تری جیسے عذرات لنگ کے سر منڈھتے رہے تو ہم کو مستقبل میں اس سے بھی بدتر ذلت کے لیے تیار ہوجانا چاہیے۔ اس لیے کہ قدرت بار بار سبق نہیں دیا کرتی۔

ذرا سوچیے____

کیا ہمارے حکمرانوں کو پہلے سے یہ معلوم نہ تھا کہ اسرائیل بڑی طاقتوں کا قائم کردہ اور پروردہ ملک ہے اور کسی بھی جنگ میں یہ طاقتیں اس کی پشت پناہی کریں گی۔ پھر دخل اندازی کا یہ گلہ کیوں؟

کیا ہمارے حکمران یہ سمجھتے تھے کہ دشمن ہم سے پوچھ کر حملہ کرے گا' کہ کب کریں اور کدھر سے آئیں اور اگر اس کی طاقت ہمارے اندازے سے زیادہ نکلی تو قصور کس کا ہے؟

اگر 'دوستوں' نے بے وفائی کی تو ہم اتنے نادان کیوں بن گئے تھے کہ یہ بھی نہ سوچ سکے کہ کفر خواہ واشنگٹن میں ہو یا ماسکو میں' پیرس میں ہو یا بیجنگ اور دہلی میں' کہیں بھی اسلام کا دوست نہیں بن سکتا۔ پھر شکایت کس لیے؟

اور جہاں تک سائنس اور ٹکنالوجی میں کم تری کا سوال ہے تو کیا ویت نام اور کیوبا اس لحاظ سے اپنے دشمن [امریکا] سے برتر ہیں کہ انھوں نے اس کے دانت کھٹے کر دیے؟

سوال یہ ہے کہ سائنس و ٹکنالوجی کی جتنی قوت پہلے سے ہمارے مسلم عرب حکمرانوں کے پاس تھی' کیا وہ ہمارے کام آئی۔ اگر ہمارے لڑاکا جنگی طیارے اُڑ نہ سکے' ہمارے میزائل فائر نہ ہوسکے اور ہمارے ٹینک آگے نہ بڑھ سکے تو اور مزید قوت حاصل کر لینے سے ہمارا کیا بھلا ہوجاتا؟ اگر جنگ کے فیصلے کا دارومدار اسلحے اور تعداد پر ہوتا تو آج اسلام دنیا میں کہیں نظر بھی نہ آتا۔

مسلمانوں کے لیے قانونِ الٰہی

دراصل اتنا بڑا المناک حادثہ جس قانونِ الٰہی کے تحت ہوا ہے۔ وہ اس لیے کہ جب اللہ کی طرف سے کتاب پانے والی قوم اس کتاب کو پیچھے ڈال کر اللہ کے مقابلے میں سر اٹھاتی ہے' اللہ کی کتاب کو غالب کرنے کا مشن بھول کر ہر گمراہی کے پیچھے دوڑتی ہے اور اس کے اپنے اندر جو لوگ اس کتاب پر عمل کی دعوت دیتے ہیں ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتی ہے' اور ان کا خون بہاتی ہے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوکر دنیاوی طاقتوں کے آگے سجدہ ریز ہوجاتی ہے____ تو اللہ تعالیٰ اس پر دشمنوں کو مسلط کر کے اس کی عزت و آبرو کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ منکرین پر تو

اس کا عذاب اکثر طوفان، کڑک اور زلزلہ کی صورت میں آ کر ان کو مٹا دیتا ہے، لیکن اپنے سے بے وفائی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ مٹانے کے بجائے ذلیل وخوار کر کے رہتی دنیا میں ایک سامانِ عبرت بنا کر رکھ دیتا ہے:

أُولَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمۡ أَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ ٱللَّهِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلنَّاسِ أَجۡمَعِينَ ○ (آل عمرٰن ۳:۸۷) ان کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے۔

خدا کے اس قانون کی بہترین مثال خود بنی اسرائیل ہیں، جن کا ذکر قرآن نے شروع میں ہی اتنی تفصیل سے اسی لیے کیا ہے کہ مسلمان اس انجام سے ہوشیار رہیں، جو ان کے حصہ میں آیا___ وہ ہم مسلمانوں سے پہلے کتابِ الٰہی کے حامل تھے۔ پھر انھوں نے اپنے خدا سے بے وفائی کی تو اللہ نے ان کو اس لیے زندہ نہ رکھا کہ وہ زندہ رہنے کے مستحق تھے، بلکہ اس لیے کہ خدا سے بے وفائی کی سزا ایسی ہو سکتی تھی کہ وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ اس لیے بھی کہ اگر ان کے بعد آنے والی اُمت بھی خدا سے بے وفائی کرے تو اس پر انھی کو مسلط کیا جائے۔

سوچنے کی ضرورت ہے کہ بحیثیت مسلم اُمہ ہم نے وہ کون سے اعمال کیے ہیں کہ مشیت الٰہی نے یہ تک گوارا کر لیا کہ جس قوم کو وہ ذلیل کر کے دنیا میں تتر بتر کر چکی تھی، اسی کو وہ ہمارے اُوپر مسلط کرنے کے لیے دوبارہ کھڑا کر لائے۔ ظاہر بات ہے کہ جس درخت نے بنی اسرائیل کی جھولی کانٹوں سے بھر دی تھی اگر وہی درخت ہم بوئیں گے، تو ہماری جھولی میں پھول نہیں گریں گے بلکہ ویسے ہی کانٹے گریں گے۔ خدا کا قانون نہ بدل سکتا ہے اور نہ جانب داری برت سکتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر بنی اسرائیل کے راستے پر چل کر ہمارا انجام ان سے مختلف ہوتا تو خدا کے عدل پر سوال اٹھایا جاتا۔

ذرا تورات اُٹھا کر دیکھیے تو بنی اسرائیل کے اعمال اور ان کی سزا کے آئینے میں ہم کو اپنی تصویر نظر آئے گی۔ تورات کہتی ہے:

- تو نے اپنے جوئے کو توڑ ڈالا اور اپنے بندھنوں کے ٹکڑے کر ڈالے اور کہا کہ میں اپنے دین کے تابع نہ رہوں گا۔
- یہ اپنی مخالف قوموں سے مل گئے اور ان کے سے کام سیکھ گئے۔ انھوں نے اپنی بیٹیوں کو شیاطین کے لیے قربان کیا اور معصوموں کا، یعنی اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا خون بہایا۔
- تیرے سردار خونی اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں ہر ایک رشوت دوست اور انعام کا طلب گار ہے۔ وہ یتیموں کو انصاف فراہم نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی۔
- تم اس کلامِ الٰہی کو حقیر جانتے ہو اور کج روی پر بھروسا کرتے ہو۔ اس لیے یہ بدکرداری تمھارے لیے

ایسی ہوگی جیسے پھٹی ہوئی دیوار جو گرا چاہتی ہے۔ وہ اسے کمہار کے برتن کی طرح توڑ ڈالے گا اور بے دریغ چکنا چور کر دے گا۔

- اسی لیے خداوند کا قہر اپنے لوگوں پر بھڑکا اور اسے اپنی قوم سے نفرت ہوگئی اور اس نے ان کو قوموں کے قبضہ میں دے دیا اور ان سے عداوت رکھنے والے ان پر حکمران بن گئے۔
- اے اسرائیل کے گھرانے! دیکھ میں ایک قوم کو دُور سے تجھ پر چڑھا لاؤں گا' وہ تیرے مضبوط شہروں کو جس پر تیرا بھروسا ہے' تلوار سے ویران کردیں گے۔
- انھوں نے میری طرف منہ نہ کیا بلکہ پیٹھ کی۔ پھر اپنی مصیبت کے وقت وہ کہیں گے کہ اللہ ہم کو بچا____ لیکن تیرے وہ سہارے کہاں ہیں جن کو تو نے اپنے لیے بنایا۔ اگر وہ تیری مصیبت کے وقت تجھ کو بچا سکتے ہیں تو اٹھیں کیونکہ اے یہوداہ! جتنے تیرے ملک ہیں اتنے ہی تیرے معبود ہیں۔

عرب قیادت کا کردار

ویسے تو پوری اُمت مسلمہ کسی نہ کسی طرح اسی تصویر کا ایک نمونہ ہے لیکن اس کا وہ حصہ جو اس جنگ میں اسرائیل سے برسرِ پیکار تھا' اس کی قیادت تو ایسے عناصر کے ہاتھ میں تھی جو خدا سے بے وفائی' اسلام دشمنی اور مسلمانوں کا خون بہانے میں سب سے ہی آگے بڑھ گئے تھے۔

ان عناصر میں سب سے نمایاں مثال مصر کے آمر مطلق جمال عبدالناصر [م: ۱۹۷۰ء] کی ہے۔ ہر مسلمان کو جاننا چاہیے کہ پچھلے چودہ سال سے وہ کس روش پر گامزن رہے ہیں۔ یہ جاننے سے اس سوال کا جواب ملے کہ یہ عبرت ناک حادثہ کیسے پیش آیا۔

خدا پرستی نہیں' قوم پرستی

خدا کے دیے ہوئے دین کے ساتھ ان کا سلوک یہ رہا ہے کہ اپنے ریاستی دستور سے کھلم کھلا اسلام کو خارج کر کے عرب سوشلزم (قوم پرستی+سوشلزم) کو سرکاری مذہب کے طور پر اختیار کیا۔ مسلمان ہونے کے بجائے عرب ہونے پر فخر کیا۔ عربوں میں سے بھی ان ممالک کو جو سوشلسٹ پارٹیوں کے زیرنگیں نہ تھے' انھیں مسلمان اور عرب ہونے کے باوجود دشمن اور گردن زدنی قرار دیا۔ اس عبرت ناک جنگ سے صرف تین ہفتے پہلے ناصر صاحب نے ایک ہی سانس میں' اسرائیل کے ساتھ ساتھ سعودی عرب' اُردن اور تیونس کو مغربی استعمار کا ایجنٹ قرار دیتے ہوئے مٹا دینے کی دھمکی دی۔

حد یہ ہے کہ اس پوری جنگ میں نہ عالمِ اسلام کو مدد کے لیے پکارا' اور نہ اپنی قوم کو اسلام کے لیے لڑنے کی دعوت دی۔ قوم کو اس کلمہ کی بنیاد پر لڑائی کے میدان میں نہیں اتارا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے'

یعنی لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ، بلکہ وہ اس کلمہ پر میدانِ جنگ میں اترے جو عیسائی پادریوں نے سکھایا اور جو عربیت کا کلمہ ہے یعنی اللّٰہ اکبر والعزۃ للعرب ـــــ حالاں کہ مسلمان تو بنا ہی ایسے خمیر سے ہے کہ وہ صرف فی سبیل اللّٰہ ہی لڑنے اور مرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔ فی سبیل العرب [عرب کے لیے] مر جانے کا جذبہ وہ کہاں سے لاتا' جب کہ اس کو یہ معلوم تھا کہ جو وطن کے لیے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

قوم پرستی کا مذہب صدر ناصر کو اتنا عزیز ہوا کہ اس کی خاطر انھوں نے فرعونی تہذیب کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس کی تصویریں نوٹوں اور ٹکٹوں پر چھاپیں' اس کے مجسمے بازاروں میں لگائے اور اس بات پر فخر کیا: ''ہم فرعون کی اولاد ہیں''۔ حد یہ ہے کہ ابوسمبل کے بتوں کے نیچے قرآن کے نسخے دفن کیے۔ اس جسارت کے بعد کیا مشیت ایزدی صرف اس لیے جدید فرعونیت کی تائید کرتی کہ بدقسمتی سے وہ اُمت محمدیہ میں پیدا ہو گئی ہے!

مصلحین کا خون

معصوموں کا خون بہانے میں وہ اس حد تک نکل گئے کہ اپنی قوم کے مصلحین اور مجاہدین تک کو بے دریغ پھانسی پر چڑھا دیا۔ اخوان المسلمون جس ظلم و ستم کا نشانہ بنائے گئے ہیں' اس ظلم کو زبان بیان نہیں کر سکتی اور آنکھ نم ہوئے بغیر سنا نہیں جا سکتا۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ قرآن کی طرف دعوت دے رہے تھے اور عرب قومیت اور سوشلزم کے بجائے اسلام پر چلنا چاہتے تھے حالانکہ یہ وہی اخوان تھے جنھوں نے ۱۹۴۸ء میں خاک و خون میں لوٹ کر اور اپنی جانیں قربان کر کے بغیر کسی حکومت کی پشت پناہی کے اسی اسرائیل کو اسی صحرائے سینا اور بیت المقدس میں آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔

مسلم مفادات کے دشمن

مسلمانوں کے مفادات کے حوالے سے تو عرب قوم پرستی کے علم بردار جمال عبدالناصر کی دردمندی کا یہ عالم ملاحظہ ہو:

- یمن میں اپنی فوجوں اور گیس بموں سے ایک لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا' اور اپنی معیشت تباہ کر ڈالی۔ جس مسلمان حکمران سے مخالفت ہو گئی' اس کو قتل کر دینے کے لیے سازشیں شروع کر دیں۔
- سائپرس میں جب ترک مسلمان عورتوں اور بچوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا تو جمال ناصر نے ترکی کے مقابلے میں عیسائیوں کی مدد پر اپنے وہی راکٹ برسانے کے وعدے کیے جو یہودیوں کے مقابلے میں فائر نہ ہو سکے۔
- حبشہ [ایتھوپیا] میں حکمران [بادشاہ ہیل سلاسی۔ م: ۱۹۷۵ء] نے بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا خون

بہایا اور ان کو جبراً عیسائی بنایا' اس سفاک حکمران سے جمال ناصر کی گہری دوستی [رہی] ہے۔

○ کشمیر کے مسئلے پر پاکستان کے خلاف ووٹ اشتراکی روس کے علاوہ مصر نے ہی دیا تھا۔ پھر جب [ستمبر ۱۹۶۵ء] بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو ان کی زبان سے ایک لفظ بھارت کی مذمت میں نہ نکلا۔ حد یہ کہ کاسابلانکا (مراکش) میں منعقد ہونے والی عرب سربراہی کانفرنس کے دوران یہی صدر ناصر وہ واحد عرب سربراہ تھے' جنھوں نے پاکستان کی حمایت میں پیش کردہ قرارداد کی مخالفت کی۔ صدر ناصر کی نظر میں عرب سوشلسٹ ممالک کا اتحاد تو ہر صورت میں جائز تھا' لیکن مسلمان ممالک کا اتحاد بالکل ناجائز۔

خدا سے اپنے بندھن توڑ ڈالنے' خدا کی مخالف قوموں کے سے کام سیکھنے' معصوموں کا خون بہانے' (نعوذ باللہ) کلام الٰہی کو حقیر جاننے کے بعد' اگر یہ بدکرداری پہلے بنی اسرائیل پر دیوار کی طرح گری تھی تو اب ہمارے اُوپر کیوں نہ گرے ــــــ اگر ان پر خدا کا قہر بھڑکا اور ان کے دشمن ان پر حکمران ہو گئے تو ہمارے اُوپر قہر الٰہی کیوں نہ بھڑکے اور ہم پر ہمارے دشمن کیوں نہ مسلط ہوں۔

ہم نے مصر کا تذکرہ اس لیے تفصیل سے نہیں بیان کیا کہ ان جرائم کا ارتکاب صرف وہیں پر ہوا ہے۔ آپ کسی بھی مسلمان ملک کو اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ اس پیمانے پر نہ سہی لیکن کم و بیش یہی داستان ہر جگہ دہرائی جارہی ہے۔ ہر جگہ: پاکستان' تیونس' الجیریا' انڈونیشیا وغیرہ میں جنگِ آزادی اسلام کے نام پر لڑی گئی' مگر ہر جگہ آزادی کے بعد عوام کو اختیارات سے بے دخل کر کے اس بات کی کوشش کی گئی کہ اسلام سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ ہر جگہ اسلام کے احکام و حدود کو پامال کیا گیا۔ ہر جگہ اسلام کے علم برداروں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ ہر جگہ وطنیت اور قوم پرستی کو پروان چڑھایا گیا اور ملکی مفادات پر عالمِ اسلام کے مفادات کو قربان کیا گیا۔

مادی و قومی معبود

کیا یہ حقیقت نہیں کہ جتنی مسلم ریاستیں ہیں' بنی اسرائیل کی طرح اتنے ہی ان کے معبود ہیں۔ ممکن ہے یہ معبود پتھر کے بتوں کی صورت میں نہ موجود ہوں' لیکن ڈالر' روبل' اور پونڈ کی صورت میں بالضرور موجود ہیں۔ مسلم ممالک میں سے کسی کا قبلہ لندن' کسی کا واشنگٹن' کسی کا ماسکو اور کسی کا بیجنگ ہے' لیکن یہ بت نہ آج تک ہم کو مصیبت سے بچا سکے ہیں اور نہ آیندہ یہ ہمارے کسی کام آئیں گے۔ یہ سب جھوٹے سہارے ہیں اور کفر کا کوئی بھی ایڈیشن ہو' خواہ وہ سرمایہ داری ہو' قوم پرستی ہو' یا سوشلزم' وہ اسلام کا اور مسلمان کا حقیقی دوست ہرگز نہیں بن سکتا۔ یہ ہماری انتہائی سادہ لوحی اور بیوقوفی ہے کہ ہم پھر انھی جھوٹے سہاروں سے امیدیں باندھ رہے ہیں اور انھی کی طرف دوڑ دوڑ کر جارہے ہیں' حالانکہ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔

عزت کا ایک ھی راستہ

سب راستے آزمانے کے بعد اور ہر طرف سے ٹھکرائے جانے کے بعد ہم کو اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ہمارے لیے عزت و سربلندی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے مخلص بندے بن جائیں۔

دنیا کی غالب قوموں اور گمراہ نظریات، یعنی سرمایہ داری، قوم پرستی اور سوشلزم کو چھوڑ کر اسلام کا راستہ اختیار کریں۔ دینِ حق کی نصرت کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ خدا سے بے وفائی چھوڑ کر اس کے وفادار بنیں اور اس کے ساتھ اپنا عہد پورا کریں۔ اس نے جس کام پر ہم کو مامور کیا ہے اور جو مشن ہمارے سپرد کیا ہے، یعنی اس کی اطاعت کی دعوت اور اس کے دین کا غلبہ، اس کو پورا کرنے کے لیے تن، من، دھن سے لگ جائیں۔

اگر ہم اللہ کی مدد کریں گے تو اللہ ہماری مدد کرے گا۔ اللہ ہماری مدد کرے گا تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارے اُوپر غالب نہیں آسکتی۔ یہ اس کا وعدہ ہے جو خدا کی قسم، غلط نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی قوم کو کہیں ذلیل نہیں کیا جب تک وہ اس کی رہی اور جب اس نے دوسروں سے آشنائی کی تو اس نے اسے کبھی معاف نہیں کیا۔

یہ بات ہم کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ جو قوم کسی ایک راستے کے لیے یکسو نہ ہو وہ ہمیشہ دوسروں کی جھولی بلکہ قدموں میں گری رہے گی اور دنیا میں اس کا اپنا کوئی مقام نہیں ہوگا۔ اب اس کو کیا کہیے کہ مسلمان قوم کا مزاج ہی ایسا ہے کہ ان کے حکمران چاہے لاکھ دماغ سوزی کریں، وہ قوم پرستی، سوشلزم اور دنیا پرستی کے لیے یکسو نہیں ہو سکتی۔ وہ صرف اپنے دین ہی کے لیے یکسو ہو کر بے نظیر کارنامے دکھا سکتی ہے۔

تاہم، یہ اسلام کے لیے یکسو نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ آج سارا عالمِ اسلام اتنی عظیم الشان آبادی اور اتنے وسیع وسائل و ذرائع کے باوجود پارہ پارہ ہے اور دوسروں کی چوکھٹ پر سجدہ ریز ہے۔ لیکن عالمِ اسلام کے اتحاد کی ہر دعوت صدا بہ صحرا ثابت ہوگی، جب تک ہر مسلمان ملک کی قیادت اخلاص سے اسلام کے راستے پر چلنا شروع نہ کر دے۔

اس معاملے میں بحیثیت پاکستانی ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ پاکستان وہ واحد ملک ہے جو کسی نسلی یا علاقائی قومیت کے بجائے اسلام کی بنیاد پر بنا ہے اور جس نے اپنے پروردگار سے علانیہ عہد کیا ہے کہ یہاں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ جب تک ہمارا یہ عہد بیان کی دنیا سے نکل کر عمل کی دنیا میں پورا نہ ہوگا، اس وقت تک ہمارا پروردگار ہم سے خوش نہ ہوگا۔

آج سارا عالمِ اسلام ہماری رہنمائی کا منتظر ہے اور اس کی نگاہیں ہماری طرف لگی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہمارا ہر جوان، مرد، عورت، بوڑھا، بچہ اس کام میں لگ جائے کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنایا جائے اور خدا کی ہر نافرمانی کو ترک کر کے اس کی اطاعت کو اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد عالمِ اسلام بھی متحد ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم مشقت کی زندگی بسر کر کے اسلحہ کے کارخانے بھی بنائیں گے۔ پھر اگر ہماری تعداد کم بھی ہو

اور ہمارے پاس اسلحہ نہ بھی ہو تو ہمارا ایک آدمی دس دشمنوں پر بھاری ہوگا۔

آیئے! اللہ سے تعلق جوڑیئے۔

آیئے! ہم میں سے ہر آدمی اس تازیانہ عبرت سے سبق حاصل کر کے اپنے خدا سے اپنا تعلق جوڑے' اس کی اطاعت کا عہد کرے اور اس کے دین کی سربلندی کے لیے میدان میں نکل کھڑا ہو۔